لغات و اعراب قرآن (٦٨)
پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ

آیت ۷۵

ملاحظہ : کتاب میں حوالہ کیلئے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ 'الاعراب' الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی علی الترتیب اللغۃ کیلئے ۱' الاعراب کیلئے ۲' الرسم کیلئے ۳' اور الضبط کیلئے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لئے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لئے نمبر ا کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵: ۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۴۷ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ
يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا
عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ○

۲:۴۷:۱ اللغۃ

۲:۴۷:۱(۱) [اَفَتَطْمَعُوْنَ] ابتدائی [اَفَ] حرف استفہام (اَ) اور حرفِ عطف (فَ) ہے جس کا ترجمہ تو ہے "کیا پس/پھر" تاہم بامحاورہ اردو ترجمہ "پس/پھر کیا" بہتر ہے۔ بعض نے "اب کیا"، "کیا اب بھی"

اور "تو کیا" سے ترجمہ کیا ہے گویا اس میں "فَ" کا ترجمہ "اب" "اب بھی اور "تو" سے کیا گیا ہے بعض نے
فاء (فَ) کا ترجمہ نظر انداز کرتے ہوئے صرف حرفِ استفہام "کیا" سے ہی کام چلایا ہے۔ خیال رہے
کہ جب حرف استفہام (أ یا ھَل) کے ساتھ حرف عطف (فَ) جمع ہو جائے تو (أ) کی صورت میں
استفہام کا حرف پہلے اور عطف کا حرف بعد میں آتا ہے یعنی بصورت "أفَ" (جیسے یہاں ہے) اور
اگر دوسرا حرف استفہام (یعنی "ھَلْ") حرف عطف (فاء) کے ساتھ جمع ہو تو حرف عطف پہلے اور
حرفِ استفہام بعد میں لاتے ہیں یعنی بصورت "فَھَلْ"۔ قرآن کریم میں آپ کو یہ دونوں استعمال کئی
مقامات پر ملیں گے۔ بامحاورہ ترجمہ دونوں صورتوں میں قریباً یکساں ہی رہتا ہے۔ یعنی "کیا پھر / پھر کیا"
● "تَطْمَعُوْنَ" کا مادہ "ط م ع" اور وزن "تَفْعَلُوْنَ" ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد "طَمِعَ یَطْمَعُ" (
سمع سے) آتا ہے۔ اور اس کے بنیادی معنی تو ہیں "کسی چیز کو حاصل کرنے کی خواہش رکھنا"۔ اگر
خواہش زبردست اور شدید ہو تو اسے "طمع" یا "حرص" (لالچ) کہتے ہیں۔ اور اگر نسبتاً کم یا نرم ہو تو اسے
"رجاء" یا "رغبت" (امید) کہتے ہیں۔ اس طرح اس فعل کے معنی ہیں: "لالچ کرنا، طمع رکھنا" (اس فعل
مصدر طمع بمعنی لالچ اردو میں مستعمل ہے)۔ پھر اس سے اس میں "امید رکھنا، توقع رکھنا، رغبت رکھنا"
کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اور جس شخص یا چیز کے بارے میں حرص، لالچ، امید یا توقع رکھی جائے اس
کے لیے عربی میں اس فعل (طَمِعَ یطمَعُ) کے ساتھ زیادہ تر "فی" یا کبھی "ب" کا صلہ آتا ہے مثلاً کہتے
ہیں "طَمِعَ فی کذا یا بِکذا" (اس کے بارے میں پُرامید ہوا یا توقع رکھی) "طَمِعَہٗ" نہیں کہا جاتا
البتہ بعض دفعہ (بلکہ اکثر) اس فعل کے بعد "اَنْ" سے شروع ہونے والا ایک جملہ آتا ہے جس میں اس شخص
یا چیز کا ذکر ہوتا ہے جس کی طمع یا امید کی جائے۔ اور دراصل اس "اَنْ" سے پہلے ایک "فی" یا "ب" مقدر
ہوتی ہے یعنی "فِی اَنْ" یا "بِاَنْ" ہی سمجھا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اس فعل سے مضارع کے صیغے آٹھ جگہ آئے ہیں۔ ان میں سے چھ جگہ اس فعل کا مفعول
"اَنْ" سے شروع ہونے والے جملے کی صورت میں ہی آیا ہے۔ اور دو جگہ مفعول محذوف (غیر مذکور) آیا ہے
جو سیاقِ عبارت سے سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی قرآن کریم میں یہ فعل "فی" یا "بِ" کے صلہ کے ساتھ کہیں استعمال
نہیں ہوا۔ فعل کے علاوہ اس کا مصدر "طَمَعًا" (بصورت منصوب حال یا مفعول لہ ہو کر) بھی چار جگہ وارد
ہوا ہے۔
● "تَطْمَعُوْنَ" اس فعل مجرد سے مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اور اوپر بیان کردہ معانی کے لحاظ سے اس

اس کا ترجمہ "تم طمع رکھتے ہو، تمہیں یہ طمع ہے" بنتا ہے۔ بیشتر مترجمین نے لفظ "توقع" اختیار کیا ہے یعنی "تم توقع رکھتے ہو" یا "تم کو توقع ہے" کی صورت میں۔ بعض نے "امید" کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی "تم امید رکھتے ہو" اس (تطمعون) کے پہلے حصے (أَ) کا ترجمہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اس طرح اس پورے لفظ "اَفَتَطْمَعُوْنَ" کا ترجمہ بلکہ مختلف تراجم آپ خود کر سکتے ہیں۔

[اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ] فعل "طمع" کے بعد "اَنْ" کے استعمال پر ابھی اوپر بات ہوئی تھی۔ یہاں ابتدا میں وہی "اَنْ" (بمعنی "یہ کہ / اس کی کہ") ہے "یُؤْمِنُوْا" کا مادہ "ا م ن" اور وزن "یُفْعِلُوْا" ہے۔ یہ اس مادہ سے بابِ اِفعال کا فعل مضارع منصوب ہے جو یہاں لام (لِ) کے صلہ کے ساتھ "لکم" میں استعمال ہوا ہے: "آمن بِ ... (... پر ایمان لانا) اور "آمن لِ ... (... کو باور کرنا، سچ ماننا، مطیع ہونا، وزن دینا) کے استعمال پر البقرۃ: ۳ [۲:۲:۱(۱)] میں بات ہوئی تھی۔

● اسی (لام کے صلہ کی) بنا پر بیشتر مترجمین نے یہاں "یومنوا لکم" میں "آمن لِ" کو بمعنی "... کی بات مان لینا" لیتے ہوئے اس کا ترجمہ "کہ وہ مانیں / مان لیں گے تمہاری بات" "کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے" "تمہاری بات تسلیم کر لیں گے" "وہ لوگ تمہارے قائل ہو جائیں گے" کی صورت میں کیا ہے۔ اور بعض نے "آمن لِ" اور "آمن بِ ..." کے مفہوم کو یکجا کرتے ہوئے اس کا ترجمہ "کہ وہ لوگ تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے" کی صورت میں کر دیا ہے۔ بعض حضرات نے فعل "یؤمنوا" کی ضمیر فاعلین (ھم = وہ سب، وہ لوگ) کی بجائے اسم ظاہر "یہود" یا "یہودی" استعمال کیا ہے جسے تفسیری ترجمہ کہہ سکتے ہیں۔

۱:۱(۲) [وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ] اس عبارت کے قریباً تمام الفاظ کے معنی وغیرہ پر پہلے بات ہو چکی ہے۔ بطور یاد دہانی لکھا جاتا ہے کہ

"وَ" یہاں حالیہ ہے دیکھئے [۱:۴:۱(۳)] میں۔ "قَدْ" تاکید اور حال دونوں کا مفہوم دیتا ہے دیکھئے [۲:۳۸:۱(۸)] میں۔ "کان" فعل ناقص بمعنی "تھا" ہے دیکھئے [۲:۲۰:۱(۴)] میں اور "فریق" کا لفظ یوں تو اردو میں بھی متعارف ہے حتیٰ کہ اس کا ترجمہ کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی تاہم اس کی لغوی تشریح ابھی کی جائے گی۔ "مِنْهُم" کثیر الاستعمال جار مجرور (مِنْ + ھم) ہیں۔

● "فریق" کا مادہ "ف ر ق" اور وزن "فَعِيْلٌ" ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد کے مختلف ابواب سے مختلف معانی (مثلاً فرَق یفرُق (نصر) = جدا کرنا۔ الگ کرنا اور فرِق یفرَق (سمع) = گھبرانا۔ ڈر جانا وغیرہ) کے لئے استعمال کی البقرہ: ۵۰ [۲:۳۲:۱(۱۰)] میں وضاحت کی جا چکی ہے۔ لفظ "فریق" اسی مادہ سے

مشتق ایک اسم ہے۔ اس کے بنیادی معنی ہیں "جدا کرنے والا یا جدا کر دیا گیا" (فعیل بمعنی "فاعل" اور "مفعول" دونوں طرح آتا ہے) اور یہ عربی میں "مفارق" (باب مفاعلہ سے اسم فاعل) کا مفہوم بھی رکھتا ہے۔ یعنی "فراق اور جدائی اختیار کرنے والا" پھر اسی سے اس میں لوگوں کے ایک گروہ کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اگر یہ جماعت یا گروہ چھوٹا ہو تو اسے "فِرقۃ" کہتے ہیں اور یہ لفظ اردو میں بھی مستعمل ہے (جدید عربی میں فوج کے ایک حصے (ڈویژن) کو بھی "فِرقۃ" کہتے ہیں) اور اگر وہ گروہ یا جماعت نسبتاً زیادہ افراد پر مشتمل ہو تو اسے "فریق" کہتے ہیں (جدید عربی میں "فریق" اعلیٰ فوجی عہدے "جنرل" کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے لیفٹیننٹ جنرل کو "فریق اول" اور میجر جنرل کو "فریق ثانی" کہتے ہیں)۔ کسی معاملے میں باہم اختلاف رکھنے یا جھگڑنے مثلاً مقدمہ لڑنے والے گروہ یا پارٹی کو اس جھگڑے کا ایک فریق اور دونوں کو "فریقین" (عربی میں فریقان فریقین) کہنا بھی اردو میں مستعمل ہے۔ مندرجہ بالا تمام معانی میں ایک "الگ پہچان" اور "جدا حیثیت" کا مفہوم پایا جاتا ہے جن کا فعل مجرد کے معانی سے تعلق ہے۔ اس طرح لفظ "فریق" کا ترجمہ "گروہ، پارٹی فرقہ" وغیرہ سے ہو سکتا ہے اور خود لفظ "فریق" بھی اردو میں مستعمل ہے۔

● اس طرح "وقد کان فریق منھم" کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "حالانکہ ضرور تھا ایک گروہ ان میں سے"۔ بعض مترجمین نے "وَقَدْ" (جو "حال" اور "تحقیق" کے حرف ہیں) کا ترجمہ "حالانکہ، درانحالیکہ (ان کا) حال یہ ہے" سے ہی کیا ہے۔ ایک آدھ نے صرف "اور" سے ترجمہ کر دیا ہے جو اردو میں بعض دفعہ "حال" کا مفہوم بھی دے جاتا ہے۔ "کان" کا ترجمہ بیشتر نے بصیغہ ماضی "تھا، تھے، گزرا ہے، گزرے ہیں اور ہو گزرے" سے کیا ہے۔ ایک آدھ نے بزمانۂ حال "یعنی "ہیں" سے کیا ہے۔ اور بعض نے "قد" کے تاکید والے مفہوم کو لفظ "بھی" سے ظاہر کیا ہے یعنی "ایسے بھی ہیں" کی صورت میں "فریق" کا ترجمہ "فرقہ، لوگ، ایسے لوگ ہو کر، کچھ لوگ، کچھ ایسے لوگ، ایک گروہ، ایک فرقہ" جو "سے کیا گیا ہے جو سب ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔ لفظ "فریق" بلحاظ لفظ واحد مگر بلحاظ معنی (جماعت) جمع کا صیغہ ہے اس لیے ترجمہ میں کہیں واحد (گروہ) اور کہیں جمع (لوگ) اختیار کیے گئے ہیں اور ترجمہ میں "ایسا جو، ایسے جن کا (یعنی موصول والا) مفہوم لفظ "فریق" کی تنکیر (نکرہ ہونا) سے پیدا ہوتا ہے جس سے یہ نکرہ موصوفہ بن گیا ہے جس کی صفت آگے اگلے جملے میں آ رہی ہے۔ "منھم" کا ترجمہ "ان میں سے" ہی ہے جیسے بعض نے "ان میں" یا "ان میں" کے ساتھ ترجمہ کیا ہے جو مفہوم و محاورہ کے لحاظ سے درست سہی مگر بلحاظ لفظ وہ "منھم" کی بجائے "فیھم" کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔

۱ (۳) [یَسْمَعُوْنَ کَلَامَ اللّٰہِ] اس فعلیہ جملے میں ابتدائی صیغہ فعل "یَسْمَعُوْنَ" کا مادہ "س م ع"
وزن "یَفْعَلُوْنَ" ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد (سمع = سننا) کے باب اور معنی وغیرہ البقرہ: ۷
[۲:۶:۱(۳)] میں بیان ہو چکے ہیں۔ "یسمعون" اس فعل مجرد سے فعل مضارع کا صیغہ مع ضمیر فاعلین
ھم" ہے اور اس کا ترجمہ "وہ سنتے ہیں" بنتا ہے۔ دوسرے لفظ "کلام" کا مادہ "ک ل م" اور وزن
فَعَالٌ" ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد "کلَم ... یکلِم کَلْمًا" (ضرب سے) کے معنی تو ہیں: "... کو زخمی
رنا" زخمی کو عربی میں "مَکْلُوم" اور "کلِیْم" بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس فعل مجرد سے کوئی صیغہ فعل
یں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ اسی مادہ "کلم" سے مزید فیہ کے ابواب تفعیل، تفعل اور مفاعلۃ سے "بات
رنا، مخاطب کرنا" وغیرہ کے لیے فعل استعمال ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض افعال کے صیغے
ان مجید میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ جن پر حسب موقع بات ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

● لفظ "کلام" اس مادہ سے ماخوذ ہے۔ اس کے اصل لغوی معنی ہیں: "آوازوں کا ایسا مجموعہ جس سے
ئی بات ذہن میں آتے یعنی ایک مفہوم پیدا ہو" اسی کے لیے اردو لفظ "بات" استعمال ہوتا ہے اور
لفظ "کلام" بھی ان معنی کے لیے متعارف و مستعمل ہے۔ "علم الکلام" ایک اصطلاح ہے جس سے مراد
لم ہے جس میں عقائد و نظریات کے غلط یا درست ہونے پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

● "کلام اللہ" کے لفظی معنی ہیں: "اللہ کا کلام، اللہ کی باتیں" اور اس سے مراد کوئی آسمانی کتاب بھی ہو
تی ہے اور قرآن کریم بھی۔ یہ ترکیب "کلام اللہ" قرآن کریم میں دو جگہ آئی ہے۔ یہاں زیر مطالعہ عبارت
یں یہ سابقہ آسمانی کتابوں خصوصاً "تورات" کے لیے ہے اور دوسری جگہ (التوبۃ: ۶) میں یہ قرآن مجید
کے لیے ہے۔

● اس طرح اس عبارت (یسمعون کلام اللہ) کا لفظی ترجمہ بنتا ہے: "وہ سنتے ہیں اللہ کا کلام"۔
بت سے مترجمین نے یہاں ابتداء آیت میں "کان" آنے کی وجہ سے "یسمعون" کا ترجمہ بھی ماضی
ستمراری کی طرح کر دیا ہے یعنی "سنتے تھے (لوگ)، یا سنتا تھا (فرقہ)"۔ البتہ جنہوں نے "کان" کا ترجمہ "ہے
ہیں" سے کیا ہے انہوں نے فعل "یسمعون" کا ترجمہ بھی "سنتے ہیں" کیا ہے۔ اسی طرح "کلام اللہ" کا
رجمہ "اللہ کا کلام" کے علاوہ "کلام خدا" بھی کیا گیا ہے جو فارسی ترکیب ہے۔

۱ (۴) [ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَہٗ] "ثُمَّ" (پھر / اس کے بعد) کئی دفعہ گزر چکا ہے اور "یُحَرِّفُوْنَ" (جس
کے آخر پر ضمیر منصوب "ہ" بمعنی "اس کو" لگی ہے) کا مادہ "ح ر ف" اور وزن "یُفَعِّلُوْنَ" ہے۔ اس
ثلاثی مادہ سے فعل مجرد "حرَف ... یحرِف حَرْفًا" (ضرب سے) کے معنی ہیں: "... سے ایک

طرف مڑ جانا یا ہٹ جانا' اور ان معنی کے لیے اس کے ساتھ "عن" کا صلہ لگتا ہے۔ کہتے ہیں "حرَفَ عنہ" (وہ اس سے دوسری طرف ہٹ گیا) اور یہی فعل متعدی بھی استعمال ہوتا ہے (بمعنی "ایک طرف ہٹا دینا" مثلاً کہیں گے "حرف الشیءَ عن وجھہ" (اس نے اس چیز کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا)۔ تاہم قرآن کریم میں اس فعل مجرد سے کوئی صیغہ فعل کہیں استعمال نہیں ہوا۔ صرف مصدر "حرَف" ایک ہی جگہ (الحج :۱۱) آیا ہے اور بطور اسم اس کے متعدد معنی ہیں جن پر حسبِ موقع بات ہوگی۔ اِنْ شاءَ اللہ تعالیٰ۔ اسی مادہ سے کئی لفظ مثلاً حریف، حرفت اور حَرف وغیرہ اردو میں مستعمل ہیں۔

● زیر مطالعہ کلمہ "یُحَرِّفُوْنَ" اس مادہ سے بابِ تفعیل کا فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اس باب سے فعل "حرَّف ... یُحَرِّف تَحْرِیفًا" کے بنیادی معنی ہیں: ..... کو ایک طرف جھکا دینا" کہتے ہیں "حرَّفَ الشیءَ" (اس نے اسے موڑ دیا) اور یہی فعل "قلم کو کاٹتے وقت ترچھا قط دینا" کے معنی بھی دیتا ہے مثلاً کہتے ہیں "حرَّفَ القلمَ" (اس نے قلم کو ترچھا قط دیا)۔ پھر اسی سے اس فعل میں "کلام (بات) کے معنی بدل دینا ... کو کچھ کا کچھ کر دینا" اور "... میں تحریف کرنا" کے معنی پیدا ہوئے ہیں (لفظ "تحریف" جو اس باب کا مصدر ہے، اردو میں مستعمل ہے) کہتے ہیں "حرَّفَ الکلامَ" (اس نے بات بدل ڈالی)۔ پھر کسی کلام میں تحریف کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) اصل الفاظ میں گڑبڑ کر دینا یا (۲) عبارت کے معنی اپنی مرضی سے کچھ کے کچھ کر دینا۔ یعنی تحریف لفظی اور تحریف معنوی

● یہودیوں کے کلام الٰہی میں تحریف کرنے کا ذکر اسی فعل (تحریف) بلکہ اسی صیغہ فعل (یحرفون) کے ساتھ قرآن کریم میں چار جگہ کیا گیا ہے۔ اس سے مراد تحریف لفظی بھی ہو سکتی ہے اور تحریف معنوی بھی۔ مزید بحث کسی تفسیر میں دیکھ لیجئے۔

● اس طرح "ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَہٗ" کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "پھر وہ بدل ڈالتے ہیں اس کو" (اس میں ضمیر "ہٗ" (بمعنی اس کو) کلام اللہ کے لیے ہے)۔ یہاں بھی بیشتر مترجمین نے سابقہ عبارت میں "کان" (فریق منھم) کی بنا پر فعل مضارع (یحرِّفون) کا ترجمہ ماضی استمراری کی طرح "بدل ڈالتے تھے / کچھ کا کچھ کر ڈالتے / کر دیتے تھے" اور "بدل دیتے رہے ہیں" سے ترجمہ کیا ہے۔ جبکہ بعض نے زمانۂ حال "بدل دیتے ہیں" کیا ہے جو مضارع کے لحاظ سے درست ہے۔

۲ : ۴۷ : ۱ (۵) [مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْہُ] "مِن بعد" کا لفظی ترجمہ ہے "پیچھے سے"۔ "بعد" (جو اردو میں مستعمل ہے) کی لغوی تشریح البقرہ :۵۱ [۲ : ۲۳ : ۱ (۷)] میں گزر چکی ہے۔

"مَا" یہاں موصولہ بمعنی "جو کہ" ہے۔ اس طرح "من بعدِ ما" کا لفظی ترجمہ بنے گا "بعد اس کے جو

کہ جس کی بامحاورہ شکل "اس کے بعد کہ" یا "بعد ازانکہ" ہو سکتی ہے (اور یہی صورت "بَعدَ ما، بَعدَ اَن" اور "مِن بعدِ اَن" کی ہے یعنی بلحاظ معنی)۔ اور یہاں "ما" مصدریہ بھی ہو سکتا ہے۔ "ما مصدریہ" میں "ما" اور اس کے بعد والے فعل کو اس فعل کے مصدر میں بدل کر، جسے مصدر مؤول کہتے ہیں بمفہوم (مصدری) سمجھا جاتا ہے مثلاً یہاں اگلے فعل (عَقَلُوا) کا مصدر بنا لینے سے "من بعد ما عقلوہ" کو "من بعدِ عَقلِهِم اِیّاہ" (ان کے اس کو سمجھ لینے کے بعد) سمجھ کر ترجمہ کیا جا سکتا ہے یعنی "ما عقلوا" کا مصدر مؤوّل مع ضمیر فاعلین "عَقلِهِم" ہوگا جس میں "عقل" کو ضمیر فاعلین (هم) کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے۔ اس پر مزید بات ابھی آگے فعل کے بیان کے بعد ہوگی۔

"عَقَلُوہُ" میں سے ضمیر منصوب (ہ) نکال کر باقی فعل "عقلوا" (نوٹ کیجئے خالی صیغہ ماضی جمع مذکر کی واو الجمع کے بعد الف زائدہ ضرور لکھا جاتا ہے مگر "عقلوہ" میں ضمیر مفعول آ جانے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں رہتی) کا مادہ "ع ق ل" اور وزن "فَعَلُوا" ہے۔ اس سے فعل مجرد (عَقَل یَعقِل = سمجھ لینا) کے باب معنی اور استعمال کی بات البقرہ: ۴۴ [۲:۲۹:۱(۸)] میں ہو چکی ہے۔

● اس طرح "مِن بَعدِ مَا عَقَلُوہ" کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "پیچھے (بعد) اس کے جو کہ سمجھ لیا انہوں نے اس (جس) کو"۔ بعض حضرات نے ترجمہ میں اس کی قدرے سلیس صورت "بعد اس کے کہ اسے سمجھ چکے" اختیار کی ہے۔ تاہم بیشتر مترجمین نے "ما" کو مصدریہ سمجھتے ہوئے اس کا ترجمہ "اس کو سمجھنے کے بعد، سمجھ لینے کے بعد، سمجھ جانے کے بعد" سے کیا ہے۔ بعض نے "اس کو سمجھے پیچھے" سے ترجمہ کیا ہے جس میں فعل ماضی والا مفہوم بھی موجود ہے۔ جب کہ بعض حضرات نے شاید مزید بامحاورہ بناتے ہوئے ترجمہ "جان بوجھ کر" کیا ہے جو بظاہر "متعمدًا" کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔ یہاں "ما مصدریہ" کے ساتھ ترجمہ کرنا عربی ترکیب کے لحاظ سے بھی درست ہے اور اردو محاورے کے لحاظ سے بھی اچھا ہے۔

[وَهُمْ يَعْلَمُونَ] کے "یعلمون" کا مادہ "ع ل م" اور وزن "یَفْعَلُوْن" ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد (علِمَ یعلَم = جان لینا) کے باب و معنی وغیرہ البقرہ: ۱۳ [۲:۱۰:۱(۳)] میں گزر چکے ہیں۔

یہاں واو ("و") حالیہ ہے اس لیے اس عبارت (وَهُمْ يَعْلَمُونَ) کا موزوں ترجمہ "حالانکہ وہ جانتے ہیں" بنتا ہے۔ اگرچہ بیشتر مترجمین نے "حالانکہ" کی بجائے "اور" سے ہی ترجمہ کیا ہے (نیز دیکھئے آگے "الاعراب" میں)۔ نیز بہت سے حضرات نے یہاں بھی ابتدائے آیت والے "کان" (فریق منهم) کے تعلق سے فعل ماضی استمراری کی طرح ترجمہ کیا ہے یعنی "وہ جانتے تھے"۔ اور بعض نے مضارع کی وجہ سے فعل حال کے ساتھ "وہ خوب جانتے ہیں" اور "ان کو معلوم ہے" کی صورت میں ترجمہ کیا ہے۔

بعض نے اس حصۂ عبارت کا ترجمہ بھی "دیدہ دانستہ" اور "جان بوجھ کر" کیا ہے۔ اس میں "حال" والا مفہوم بھی موجود ہے اور اردو محاورے کے لحاظ سے بھی درست ہے اگرچہ الفاظِ عبارت سے زراہٹ کر ہے۔

۲:۴۷:۲ الإعراب

اعرابی ترکیب سمجھانے کے لیے ہم زیر مطالعہ آیت کو چار الگ الگ جملوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ تاہم یہ تمام جملے واو حالیہ، ثُمَّ عاطفہ اور واو عاطفہ یا حالیہ کے ذریعے باہم ملا دیتے گئے ہیں۔ اور یوں بحیثیت مجموعی یہ ایک ہی طویل جملہ بنتا ہے جس کے اجزاء کی الگ الگ اعرابی تفصیل یوں ہے:۔

① افتطمعون ان یؤمنوا لکم:

[افتطمعون] کا ابتدائی "أ" استفہامیہ اور "فا" (فَ) عاطفہ برائے ترتیب ہے یعنی "اس کے بعد بھی ہ"۔ اور "تطمعون" فعل مضارع معروف مع ضمیر فاعلین "انتم" ہے [أَنْ] ناصبہ مصدریہ ہے اور اس سے پہلے فعل "تطمعون" کا صلہ "فی" مقدر ہے یعنی "فی أن" (اس بات میں کہ) [یؤمنوا] فعل مضارع معروف مع ضمیر الفاعلین "هم" ہے اور یہ صیغۂ مضارع "ان" کی وجہ سے منصوب ہے بعلامتِ نصب آخری "ن" (یومنون کا) کا گر جانا ہے۔ اور "أن" کے مصدریہ (بلحاظ معنی) ہونے کی بناء پر یہاں تقدیر عبارت (مفہوم) "فی ایمانھم" (ان کے مان لینے کی۔ امید رکھتے ہو) ہو سکتی ہے تاہم یہاں قریباً سب ہی مترجمین نے "أن" ناصبہ (بمعنی "کہ") اور فعل مضارع بمعنی مستقبل کے ساتھ ہی ترجمہ کیا ہے [لکم] جار مجرور (ل + کم) متعلق فعل "یُؤْمِنُوا" ہیں۔ اور اگر لام (ل) کو فعل "یُؤمِنوا" کا صلہ سمجھ لیں تو پھر "لکم" کو محلاً منصوب (مفعول) بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس حصۂ عبارت کے مختلف تراجم حصہ "اللغۃ" میں بیان ہو چکے ہیں۔

② وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ

[وَ] حالیہ اور [قد] حرف تحقیق برائے تاکید ہے [کان] فعل ناقص صیغہ ماضی برائے واحد مذکر غائب ہے [فریق] کان کا اسم (لہذا مرفوع) ہے اور یہ نکرہ موصوفہ ہے جس میں "جو کہ" کے معنی پیدا ہوتے ہیں [منھم] جار مجرور (من + ھم) مل کر "فریق" کی صفت بھی بن سکتے ہیں یعنی وہ جو کہ ان میں سے ہیں"۔ اور "منھم" یہاں کان کی خبر محذوف (مثلاً "موجودین") کا قائم مقام بھی ہو سکتا ہے۔ [یسمعون] فعل مضارع معروف مع ضمیر الفاعلین "هم" ہے اور [کلام اللہ] مرکب اضافی (کلام مضاف اور اللہ مضاف الیہ) فعل "یسمعون" کا مفعول بہ ہے اس لیے منصوب ہے علامتِ نصب (کلام کی) "م" کی فتحہ (ـَـ) ہے (اللہِ تو مجرور بالاضافۃ ہے) یوں یہ پورا جملہ فعلیہ (یسمعون کلام اللہ)

"فریق" (نکرہ موصوفہ) کی صفت بنتا ہے "وَ" کے حالیہ ہونے کی بناء پر یہ پوری عبارت (وَقدکان فریق منھم یسمعون کلام اللہ) سابقہ حصۂ آیت (۱ مندرجہ بالا) کا ہی ایک حصہ بلحاظ معنی و مفہوم بن جاتا ہے۔

(۳) ثم یحرّفونہ من بعد عقلوہ:

[ثم] عاطفہ برائے ترتیب (یعنی پھر/اس کے بعد) ہے [یحرّفونہ] میں "یحرّفونَ" تو فعل مضارع معروف ہے جس میں ضمیر فاعلین "ھم" مستتر ہے اور آخری ضمیر منصوب (ہ) اس فعل (یحرّفونَ) کا مفعول بہ ہے [من بعدِ مَا] میں "مِن" حرف الجر اور "بعد" ظرف مجرور بالجر ہے۔ "مَا" مصدریہ یا موصولہ ظرف (بعد) کا مضاف الیہ لہٰذا مجرور (بالاضافہ) ہے مگر مبنی ہونے کے باعث اس میں کوئی اعرابی علامت ظاہر نہیں ہے [عقلوہ] میں "عقلوہ" تو فعل ماضی مع ضمیر الفاعلین "ھم" ہے اور ضمیر منصوب (ہ) اس کا (عقلوا کا) مفعول بہ ہے۔ اور یہ پورا جملہ فعلیہ (عقلوہ) "مَا" موصولہ کا صلہ بھی ہو سکتا ہے اور "مَا" مصدریہ سمجھیں تو "ما عقلوہ" مصدر مؤوّل ہو کر ظرف (من بعد) کا مضاف الیہ بن سکتا ہے یعنی "من بعد عقلھم ایاہ" کی مقدر صورت میں (اس مقدر عبارت میں ضمیر "ھم" تو فعل "عقلوا" کی ضمیر فاعلین مضاف الیہ ہو کر آئی ہے اور "ایاہ" ضمیر منصوب منفصل "عقلوہ" کی ضمیر منصوب "ہ" کے لیے لانا پڑی ہے)۔ پھر یہ پورا جملہ (ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ) حرف عطف "ثم" کے ذریعے اپنے سے سابقہ جملے (۲ مندرجہ بالا) کا ہی حصہ بنتا ہے۔ اردو کے بیشتر مترجمین نے یہاں "ما" کو مصدریہ سمجھ کر ہی ترجمہ کیا ہے جیسا کہ حصہ "اللغۃ" میں بیان ہوا ہے۔

(۴) وھم یعلمون

کی ابتدائی [وَ] حالیہ ہے اور [ھم] ضمیر مرفوع منفصل مبتدأ ہے اور [یعلمون] فعل مضارع مع ضمیر الفاعلین "ھم" (فعل فاعل مل کر) جملہ فعلیہ ہے جو "ھم" کی خبر ہے۔ یہ جملہ (وھم یعلمون) بھی واو حالیہ کے ذریعے جملہ حالیہ ہو کر اپنے سے سابقہ جملے (۳ مندرجہ بالا) کا ہی ایک حصہ بنتا ہے۔ بلکہ یہ جملہ حالیہ (وھم یعلمون) دراصل فعل "یحرّفون" کی ضمیر فاعلین کا ہی حال بنتا ہے (یعنی وہ بدل ڈالتے ہیں جانتے ہوئے) اور چاہیں تو اس جملہ حالیہ (وھم یعلمون) کو "عقلوہ" کا حال برائے تاکید سمجھ لیں۔ (یعنی اس کو سمجھ لینے اور جان لینے کے بعد بھی)۔

۲:۴۷:۳ الرسم

بلحاظ رسم اس آیت میں صرف ایک کلمہ "کلام" توجہ طلب ہے۔ یہ لفظ الدانی کے اس اصول پر کہ "فعّال" کے وزن پر آنے والے تمام کلمات قرآن کریم میں "باثبات الالف بعد اللام" لکھے جاتے ہیں نیز

صاحب نثر المرجان نے اسے باثبات الف لکھنے پر اتفاق بیان کیا ہے اس لیے یہ لفظ مشرقی ممالک برصغیر ترکی ایران کے علاوہ لیبیا کے مصاحف میں رسم املائی کی طرح باثبات الف بصورت "کلام" لکھا جاتا ہے[1]۔ البتہ ابوداؤد کی طرف منسوب قول کی بناء پر عرب اور افریقی ممالک کے مصاحف میں اسے بحذف الالف بعد اللام لکھا جاتا ہے یعنی بصورت "کلٰم" یہ عجیب بات ہے کہ انجمن حمایت اسلام کے مصحف میں بھی یہ لفظ عرب ممالک کی طرح حذف الف کے ساتھ یعنی "کلم" ہی لکھا گیا ہے۔

۲ : ۴۷ : ۴ الضبط

زیر نظر آیت کے کلمات کے ضبط میں عرب، افریقی اور ایشیائی ملکوں کے مصاحف کے عام معمول بہ اختلاف ہیں جن کو درج ذیل نمونوں سے سمجھا جا سکتا ہے:

اَفَتَطْمَعُوْنَ، أَفَتَطْمَعُونَ، ءَاَفَتَطْمَعُونَ / اَنْ، أَنْ، ءَاَنْ / يُّؤْمِنُوْا، يُؤْمِنُواْ، يُّؤْمِنُوْا / لَكُمْ، لَكُمْ / وَقَدْ، قَدْ / كَانَ، كَانَ، كَانَ / فَرِيْقٌ، فَرِيقٌ، فَرِيقٌ / مِّنْهُمْ، مِّنْهُمْ / يَسْمَعُوْنَ، يَسْمَعُونَ، يَسْمَعُونَ / كَلٰمَ، كَلَامَ، كَلٰمَ / اللّٰهِ، اَللّٰهِ، أَللّٰهِ / ثُمَّ، ثُمَّ / يُحَرِّفُوْنَهٗ، يُحَرِّفُونَهُۥ، يُحَرِّفُونَهٗ / مِنْۢ بَعْدِ، مِنۢ بَعْدِ، مِنْۢ بَعْدِ / مَا، مَا، مَا / عَقَلُوْهُ، عَقَلُوهُ، عَقَلُوْهُ / وَهُمْ، هُمْ / يَعْلَمُوْنَ، يَعْلَمُونَ، يَعْلَمُونَ۔

---

[1] دیکھئے نثر المرجان ۱ : ۱۶۹ [2] دیکھئے سمیر الطالبین ص ۵۸

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔